مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ختمِ نبوّت

ہفت روزہ

کراچی

اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ

جلد ۱

۱۴ تا ۲۰ رجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۹ تا ۶ اپریل ۱۹۸۳ء

شمارہ ۴۶

خصائل نبوی برشمائل ترمذی

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا بیان

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری

۸ ۔ حدثنا عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن ، حدثنا محمد بن عیسٰی و ھو ابن الطباع حدثنا عباد بن العوام عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم تختم فی یمینہ قال ابو عیسٰی ھذا حدیث غریب لا نعرفہ من حدیث سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نحو ھذا الا من ھذا الوجہ وروی بعض اصحاب قتادۃ عن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم تختم فی یسارہ و ھو حدیث لا یصح ایضاً۔

۸ ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یہ بھی بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

امام ترمذی رہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کونسا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے دوسری حدیثوں میں اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت وچمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے۔ دائیں ہاتھ کی روایات اس باب میں گزر چکی ہیں اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابو داؤد اور مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ نووی رح نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے۔ لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود متن حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعد محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس خاص طریقہ پر کلام فرماتے ہیں اس لیے امام ترمذی رہ نے کلام کیا ہے۔

۹۔ حدثنا محمد بن عبید المحاربی حدثنا عبد العزیز بن ابی حازم عن موسٰی ابن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر قال اتخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتما من ذھب فکان یلبسہ فی یمینہ

باقی صہ پر

باقی صفحہ ۱۵ پر

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت
مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر
علی اصغر چشتی صابری، ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

فی پرچہ ۱۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ	۶۰ روپیہ
ششماہی	۳۵ روپیہ
سہ ماہی	۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپیہ
کویت، اومان، شارجہ دوبئی، اردن اور شام	۲۲۵ روپیہ
یورپ	۲۹۵ روپیہ
آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا	۲۴۰ روپیہ
افریقہ	۳۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپیہ

رابطہ دفتر
دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر۔ عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع۔ کلیم الحسن نقوی انجمن پریس، کراچی
مقام اشاعت۔ A/۲۰ سائٹروینشن ایم اے جناح روڈ، کراچی

فہرست

(۱) خصائل نبوی ﷺ — حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ (۲)
(۲) افادات — حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ (۳)
(۳) ابتدائیہ — سعید احمد جلالپوری (۵)
(۴) قبر مسیح کا قادیانی نظریہ — مولانا تاج محمد صاحب (۷)
(۵) حیات عیسیٰ علیہ السلام — حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب (۱۱)
(۶) سفر مکہ مکرمہ کی روئیداد — محمد کریم چشتی صاحب (۱۳)
(۷) پرائمری فیل ”مصلح موعود“ — حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری (۱۹)
(۸) نیت کی حقیقت — مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ (۲۰)
(۹) نقد و نظر — علی اصغر چشتی (۲۳)
(۱۰) نظم — علی اصغر چشتی (۲۴)

شعبۂ کتابت

حافظ عبدالسلام واحدی ٭ غلام یٰسین تبسم

ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

پندونصائح

افادات عارفی

ضبط و ترتیب مولانا محمد جمیل خاں

خبردار! معمولات کو کبھی ترک نہ کرنا

ملفوظات حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ العالی

فرمایا :- یہ اہتمام، نیت کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے اور اگر آذان کے بعد آپ اہتمام نہیں کرتے تو یہ چیز اچھی نہیں اور نماز کی عظمت کے خلاف ہے اور طریقت یہ چیز بتاتی ہے کہ شریعت کے اوامر اور نواہی کے اندر حسن پیدا کرو، اور حسن پیدا ہوتی ہے، تناسب اور ادائیگی شروط کی صورت میں اور طریقت میں بتاتی ہے کہ ہر عبادت اور نیک کام کو اس کی شروط کے ساتھ اوقات متعین اور مقرر کے اندر کرو، اب اگر ان شرائط کی صحت اور نظام الاوقات کی پابندی کے بعد بھی وساوس اور خیالات، عبادات اور نیکی میں آئیں تو پرواہ مت کیجئے، وہ آپ کے اختیار میں نہیں، ہاں کوشش کیجئے کہ وساوس نہ آئیں انشاء اللہ اس کی برکت سے وہ بھی دور ہو جائیں گے۔

فرمایا :- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرض الموت کے اندر ایک خط آیا کہ نماز کے اندر بہت وساوس اور خیالات آتے ہیں کوشش کرنے سے بھی ان سے جان نہیں چھٹتی۔ حضرت رحمۃ اللہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "دل لگانا شرط ہے دل لگنا شرط نہیں اور وساوس کو دور کرنا شرط ہے، ان کا دور ہونا شرط نہیں"

فرمایا :- فرض ادا ہوتا ہے، استحضار قلب سے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) ہے سے اس کے بعد آپ کے اختیار میں نہیں آپ کا کام صرف دل لگانا ہے یہ غیر اختیاری چیز ہے سب کو یہ چیز لاحق ہے کوئی اس سے مبرا نہیں ہے ہم کو بھی یہ چیز لاحق ہے اس لئے قبولیت کے متعلق پریشانی رہتی تھی، ہم نے سب عارفین کو دیکھا اور ان کے حالات پڑھے۔ کسی کو بھی اس سے خالی نہیں پایا۔ دماغ اور قلب کی حرکت ساکت نہیں رہ سکتی۔ زبان بھی جاری ہے اور قلب اور دماغ دوسرے امور میں مشغول ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ جس کام کو شروع کریں اس کو پورا کریں، دماغ اور دل تمہارے اختیار میں نہیں، تم اپنے ہر کام کو ایسے معمول کے مطابق کرو۔

فرمایا :- میں ایک صاحب کے پاس گیا وہ میرے دوستوں میں سے تھے، کافی دیر تک انتظار کرتا رہا وہ نہیں آئے۔ بہت غصہ آیا کہ اتنا انتظار کر رہے ہیں۔ بہرحال کچھ دیر کے بعد آئے اور معذرت کی کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ میرا تلاوت کا وقت ہے اور اگر میں اس وقت اس کو چھوڑ کر آتا تو پھر وہ تلاوت میرا معمول رہ جاتا میں نے گوارہ نہ کیا کہ تلاوت کلام پاک کو ترک کر دوں اس لئے آپ کو انتظار کی تکلیف گوارہ کرنی پڑی۔ میں نے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ معمول کو ترک

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمدللہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہٗ

مرزائیوں کو شعائرِ اسلام کے استعمال سے روکا جائے

روز نامہ الفضل ربوہ، ۲۵ اپریل ۱۹۸۳ء میں جناب نذیر احمد خادمؔ بہاول نگر نے "ذکر حبیب محبت الٰہی" کے عنوان سے مرزا غلام احمد کی سوانح اور تعلق مع اللہ پر قلم اٹھایا ہے ــــ لکھتے ہیں "حضرت اقدس نے بلا توقف فرمایا کہ والد صاحب......... میری نوکری کی فکر نہ کریں۔ میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں" (انگریز کے ہاں (ناقل) آگے لکھتے ہیں: "و بلا شبہ آپ اس احکم الحاکمین رب العالمین کے دربار میں نوکر ہو چکے تھے" (ص ۲)

جناب نذیر احمد کی عقیدت سے ہمیں انکار نہیں کیونکہ یہ مرزا جی کے ظل و بروز میں پروان چڑھنے کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔ مگر انہوں نے انتہائی دجل و فریب سے حقائق کو مسخ کر کے سیدھے سادے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے۔ مرزا "غلام ابن غلام" علیہ ماعلیہ کو انتہائی دقیع، پُرعزم اور بلند ترین معیار کا ایک انسان دکھانے کی سعی لا حاصل کی ہے مگر "حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے" کا مصداق مرزا قادیانی کی پوری زندگی نذیر احمد خادمؔ کی افسانہ نگاری کا منہ چڑا رہی ہے۔ اس لئے ہم انہیں اور ان جیسے دوسرے قادیانیوں کو مشورہ دیں گے کہ جناب مرزا (قادیانی) کی شخصیت پر خامہ فرسائی سے پہلے ان کی کتاب زندگی (جو بقول ان کے) انتہائی صبر و تحمل، وقار و سکون، عفو و کرم (جو بیک زبان ہزاروں لعنتیں کر ڈالتے ہیں (ناقل) اور رضا ء بالقضاء کے قالب میں ڈھلی ہوئی ہے) کی ورق گردانی کر لیا کریں، تاکہ بعد کی خجالت و شرمندگی سے دو چار نہ ہونا پڑے۔

قطع نظر اس کے کہ جناب مرزا صاحب نے توکل و قناعت کے خلاف فتوحات و رجوعات کے لئے امرتسر اور نامعلوم کہاں کہاں تک خاک چھانی۔ مگر تلاش ملازمت کے لئے مختاری کے امتحان میں ناکامی کی ذلت سے دو چار ہو کر تقوے کے کون سے پہلو کو اجاگر کیا؟ صرف یہی نہیں بلکہ "مسیح زمان" نے سودی قرضے اور حصول زر کی غرض سے مقدمہ بازی کے مقدس مشغلے بھی اختیار کئے اور ان سب سے بڑھ کر مرزا جی کا "براہین احمدیہ" کے پچاس جلدوں کی رقم لے کر صرف پانچ جلدوں کی تصنیف پر اکتفاء کرنا اور پھر یہ جواب دینا کہ "پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔

مجلہ اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ ـــ ختم نبوت

ابتدائیہ

اس لئے پانچوں حصّوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا "

یہ اور اس جیسے دوسرے بیسوں واقعات اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ وہ کس قدر متدیّن اور پارسائے انسان تھے اور انہیں ایفائے عہد کا کہاں تک پاس تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جب " براہینِ احمدیہ " کے خریداروں نے (جو پچاس جلدوں کی قیمت دے چکے تھے) اپنی باقی ماندہ رقم طلب کی تو اُن کو دشنام طرازی اور طعنہ لعنت کے علاوہ کچھ میسّر نہ ہو سکا۔

جب کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی علامتیں بیان فرماتے ہوئے امانت میں خیانت اور کالم گلوچ کو بھی علامات نفاق میں شمار فرمایا ہے ________ مگر اُس کے علی الرغم ذیرا خادم ایسے شخص (جس نے انسانیت کو مارے شرم کے سرنگوں کر دیا) کو نہ صرف پارسائے اور متوکل علی اللہ ثابت کرنے کے درپے ہیں بلکہ نبوت کے بلند و بالا منصب کو اس سے منسوب کر کے آقایانِ برطانیہ کو خوش کر کے ان کے انعام و اکرام کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ مرزا صاحب کا حشر بھی اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب وغیرہ سے مختلف نہ ہوتا جس سے کہ آج سطح ہستی پر اس کا نام لیوا تک کوئی نہ ہوتا اور نہ مسلمانوں کو دینی بحثوں اور مناظروں کی ضرورت ہوتی۔ مگر افسوس کہ متحدہ ہندوستان اسلامی حکومت سے محروم تھا، اور بدقسمتی سے برطانوی اقتدار میں یہ فتنہ کھڑا کیا گیا اور انہوں نے اپنے لامحدود وسائل سے اُسکی نگہداشت کی، صرف یہی نہیں بلکہ آج تک اِس کو اُن کی سرپرستی حاصل ہے پاکستان بن جانے کے بعد اگرچہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا مگر ان کی ریشہ دوانیاں بدستور جاری ہیں۔ کچھ عرصہ قبل مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کے شعائر کو اپنے لئے استعمال کرنے کی ناپاک جسارت کی تھی، مگر مجلس تحفظ ختم نبوت کے بروقت انتباہ اور انتظامیہ کی مداخلت سے باز آ گئے تھے لیکن اب پھر سے قادیانی آرگن روز نامہ " الفضل " اپنے سابقہ رویہ پر اتر آیا ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جب مرزائی، آئینِ پاکستان اور شریعت نبوی کی رو سے غیر مسلم قرار پائے ہیں تو انہیں شعائر اسلام (مسجد، علیہ السلام، رضی اللہ عنہ وغیرہ) کے الفاظ استعمال کر کے آئینِ پاکستان کی دھجیاں بکھیرنے کی کیونکر اجازت دی جاتی ہے؟ اور جو افراد تنبیہ کے باوجود بھی باز نہیں آتے انہیں آئینِ پاکستان کی بغاوت کے الزام میں تختہ دار پر لٹکایا جائے۔ نیز ایسے تمام اخبارات و رسائل کو فوراً بند کیا جائے۔ جو اس قسم کی گھناؤنی حرکات سے باز نہیں آتے۔

سعید احمد عفی عنہ

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ردِ قادیانیت

قبرِ مسیح علیہ السلام کا قادیانی نظریہ

(مولانا تاج محمد مدرس قاسم العلوم فقیروالی)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب " براہین احمدیہ " ہر چہار حصص کی تعریف اور اہمیت جتاتے ہوئے صفحہ ۱۳۶ پر تحریر کرتے ہیں۔

" حقیقت میں یہ کتاب قرآن مجید کے حقائق اور دقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے "

مرزا صاحب اس کتاب کے صفحہ ۲۳۸ پر اپنا ایک الہام درج کرتے ہیں " الرحمٰن علّم القرآن " یہ الہام " تذکرہ " طبع اول صفحہ ۴۲ پر بھی درج ہے۔ اس الہام کے معنے " مختصر حالات مسیح موعود " کے صفحہ ۱۰۱ اور " اربعین " نمبر ۲ صفحہ ۶۲ پر بالترتیب یوں لکھے ہیں۔

(الف) " خدا نے تجھے قرآن سکھایا۔ اور اس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے "

(ب) " قرآن کے ان معنوں پر اطلاع دی جن کو لوگ بھول گئے تھے "

" براہین احمدیہ کی جلد چہارم کے صفحہ ۴۹۸ اور صفحہ ۵۰۵ پر قرآن کریم کی رو سے اور تائیدی طور پر اپنے ایک خاص الہام کی رو سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں۔ جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا "

اوائل ۱۸۹۲ء سے ۹ مارچ ۱۸۹۱ء تک مرزا صاحب قرآن کریم کی رو سے اور اپنے الہامات کی رو سے حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ رفع جسمانی پر قائم رہے۔ اور اپنے اتباع کو بھی حیات مسیح ؑ کے صحیح عقیدہ پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔

۹ مارچ ۱۸۹۱ء بروز پیر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرے پر ایک خاص الہام سے ظاہر کیا گیا کہ " مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا " جعلناک المسیح ابن مریم " یہ " خاص الہام " " تذکرہ " طبع اول صفحہ ۱۸۶ پر درج ہے۔ اس " خاص الہام " کے شائع ہونے پر ملک کے طول و عرض میں ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی کہ

(الف)۔ آپ کا باون برس تک یہی عقیدہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔

(ب) خدا نے بقول آپ کے قرآن کریم کی تفسیر سکھاتے وقت بھی یہی بتایا کہ حضرت عیسیٰ ؑ آسمان پر زندہ ہیں۔

(ج) پھر بقول آپ کے آپ کو تائیدی طور پر الہامات بھی ہوئے کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔

(د) پھر بقول آپ کے ۱۸۸۲ء میں آپ " مجددیت " کے عہدہ پر براجمان ہوئے۔ اور انہی دنوں میں براہین احمدیہ کو بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا۔

ردّ قادیانیت

(د) آپ نے بحیثیت "ملہم من اللہ" "مامور من اللہ" ہونے کے اور بحیثیت مفسر قرآن ہونے کے اسی حیات عیسٰی علیہ السلام کے عقیدہ کو صحیح اور اسلامی عقیدہ قرار دیا۔

مرزا صاحب ہر قسم اعتراضات کو ہضم کرتے چلے گئے۔ ہٹ کے ایسے پکے نکلے کر اپنے "خاص الہام" پر اڑے ہی رہے۔ مرزا صاحب پر ایک سوال یہ بھی ہوا کہ اگر آپ کے خاص الہام کی رو سے حضرت عیسٰیؑ فوت ہو گئے ہیں تو بتاؤ ـــ ان کی قبر کہاں ہے؟

اب مرزا صاحب کو چارو ناچار مسیح علیہ السلام کی قبر تلاش کرنا پڑی۔ وہ اپنی کتاب "ازالہ اوہام" مورخہ ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی اس کے صفحہ ۴۷۳/ط ۲ اور سلسلہ تصنیفات احمدیہ کے صفحہ ۱۰۹ پر تحریر کرتے ہیں۔

"سچ تو یہ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر فوت ہوگیا"

(نوٹ۔ گلیل بیت المقدس سے ۳۰ میل پر واقع ہے)

۱۸۹۳ء تک (مسلسل تین برس) ہر کس و ناکس کے پاس یہی ڈھنڈورا پیٹتے رہے کہ مسیح کی قبر گلیل شہر میں ہے۔ ۱۸۹۳ء کے آخری ایام میں ایک کتاب "اتمام الحجۃ" نامی شائع کی۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں

"حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس (بیت المقدس یروشلم) میں ہے۔ اور اب تک موجود ہے۔ اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے۔ اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے۔ اس کے اندر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور اس گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے۔ اور یہ دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں"

اب مرزا صاحب پر یہ اعتراض ہوا کہ پہلے آپ کہتے تھے (سچ بات یہ ہے کہ مسیح کی قبر گلیل میں ہے۔ اور اب کہتے ہو کہ بیت المقدس میں ہے۔ آپ کے دونوں بیانوں میں سے کون سا بیان جھوٹا ہے۔

اگلے سال ۱۸۹۵ء میں مرزا صاحب نے ایک کتاب "ست بچن" نامی شائع کی۔ اس کے صفحہ آخری پر لکھتے ہیں۔ "صحیح بخاری صفحہ ۲۲۹ میں یہ حدیث موجود ہے۔ لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد یعنی یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اور ان کی پرستش شروع کی۔ اب ظاہر ہے کہ نصاریٰ بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کی قبروں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاء کو گنہگار خیال کرتے ہیں۔ بلاد شام میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے۔ اور مقررہ تاریخوں پر ہزار ہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ قبر عیسٰی علیہ السلام کی ہی قبر ہے۔ اگر اس قبر کو حضرت عیسٰیؑ کی قبر سے کچھ تعلق نہیں تو پھر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صادق نہیں ٹھہرے گا۔ اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مصنوعی قبر کو قبر نبی قرار دیں۔ نبوت کا قول باطل نہیں ہو سکتا۔ اس کو سرسری طور پر نہ ٹال دیں۔ یہ سخت بے ایمانی ہے"

اس کے تین سال بعد مرزا صاحب نے ایک کتاب "راز حقیقت" نامی ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کرائی۔ اس کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پاکر ہندوستان کی طرف ہجرت کی۔ اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر کشمیر میں انتقال فرمایا۔ اور سری نگر محلہ خانیار میں دفن کئے گئے"

اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں "سری نگر میں انتقال فرمایا۔ اور محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔ عوام کی غلط بیانی سے یوز آسف نبی کے نام سے مشہور ہو گئے"

مولوی دوست محمد قادیانی مولف تاریخ احمدیت

ردقادیانیت

" الفرقان " ربوہ نومبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے ۔

" مرزا صاحب نے نہ صرف اس مسیح کی جائے پناہ ارض ربوہ کی نشاندہی فرما دی بلکہ اس کی قبر تک کا اللہ تعالیٰ سے علم پاکر پتہ دے دیا "

مرزا صاحب کی ایک کتاب " حقیقۃ الوحی " ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی ۔ اس کے صفحہ ۱۰۱ حاشیہ پر لکھتے ہیں ۔

" خدا کا کلام قرآن مجید گواہی دیتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ میں پہنچا دیا جو آرام اور خوشحالی کی جگہ تھی ۔ اور مصفیٰ پانی کے چشمے اس میں جاری تھے ۔ سو وہی کشمیر ہے ۔ اسی وجہ سے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں "

کتاب " مسیح ہندوستان میں " کے صفحہ ۵۳ پر لکھتے ہیں کہ " انیسویں صدی کے آخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی "

مولانا محمد عالم صاحب آسی امرتسری اپنی مشہور کتاب " کاویہ علی الغاویہ " جلد اول صفحہ ۲۶۱ پر لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا دستِ راست " عسل مصفیٰ " کا مصنف مرزا خدا بخش لکھتا ہے کہ قبر مسیح کاشغر میں ہے ۔

قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی مصنف " کلمہ فضل رحمانی " اور حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے کشمیر میں اپنے دوستوں کو خطوط لکھے کہ سری نگر محلہ خانیار کی قبر کے متعلق تحقیق کر کے اطلاع دیں ۔ قاضی فضل احمد کو ان کے ایک دوست نے اطلاع دی کہ

" میں نے تحقیق کی ہے کہ مقبرہ روضہ بل جامع مسجد سے واپس آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے ۔ اور یہ مقبرہ سید نصیر الدین صاحب کا ہے ۔ نہ کہ یوز آسف کا مقبرہ ۔ مقبرہ جامع مسجد سے آتے ہوئے دائیں جانب ہے ۔ انزمرہ اور روضہ بل میں کوچہ خانیار اور تالہ مار بھی واقع ہیں "

(الکاویہ علی الغاویہ صفحہ ۲۶۳)

حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہؒ صاحب گولڑوی اپنی کتاب " سیف چشتیائی " کے صفحہ ۱۶۵ پر لکھتے ہیں ۔

" مخلص عزیز جیو کشمیری، جو ایک بڑا نامی متدین آدمی ہے ۔ اس کا بیان ہے کہ کشمیر میں مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کچھ آدمی ایک متبرک مزار کے مجاوروں کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم آباؤ اجداد سے سنتے آئے ہیں کہ یہ مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے ۔ مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا ۔ بلکہ ان کو (مرزا صاحب کے آدمیوں کو) بے عزت کر کے نکالا "

(نوٹ :۔ " سیف چشتیائی " مرزا صاحب کی زندگی میں لکھی گئی)

یوز آسف

مرزا صاحب " راز حقیقت " صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں " سری نگر میں انتقال کیا ۔ محلہ خانیار میں مدفون ہوئے ۔ لوگوں کی غلط بیانی سے یوز آسف کے نام سے مشہور ہو گئے "

براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۲۶ پر لکھتے ہیں ۔

" یوز آسف یسوع آسف کی بگڑی ہوئی صورت ہے ۔ حضرت عیسیٰ اپنی قوم کی تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گم تھے کشمیر میں پہنچے تھے ۔ اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا ۔ یہ پتہ بھی ملا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں آئے تو اس زمانہ کے بدھ مذہب والوں نے اپنی پستکوں میں ان کا کچھ ذکر کیا ہے "

مرزا صاحب کے ان مضحکہ خیز دلائل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یوز آسف کا لفظ بدھ ستو کی بگڑی ہوئی صورت

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ہے۔ بدھ ستو گوتم بدھ کا خطاب تھا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا فاضل نامہ نگار لکھتا ہے کہ لی۔کاک نے تیسری صدی عیسوی کے چینی ترکستانی منظوم نسخے تلاش کئے ہیں۔ جن میں بدھ ستو کا نام بود یسف لکھا ہے۔ نیز لکھتا ہے کہ دسویں صدی عیسوی کے ایک نسخے میں بدھ ستو کو بوداسف لکھا ہے۔

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی "عین الحیات" میں لکھتا ہے کہ یوز آسف (بدھ ستو) ملک ہند کے ایک راجہ کا لڑکا تھا۔ ہندوستان میں کتاب بوداسف کا اردو ترجمہ عبدالغنی صاحب بہاری نے کیا تھا۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد میں بھی موجود ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ کتاب بوداسف کے ایک نسخے کا سراغ ہاے نے لگایا ہے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۲۶ پر لکھتے ہیں "چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اس قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گم تھے کشمیر میں پہنچے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا"

اسرائیلیوں کی قدیم تاریخ بتاتی ہے کہ مصر سے جلاوطنی سے لے کر ۹۶۲ ق م تا ۹۲۳ ق م تک اسرائیلی ترقی کرتے رہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد اسرائیلی شمالی اور جنوبی قبائل میں بٹ گئے۔ شمالی جانب دس قبائل تھے جو مادہ پرست تھے۔ جنوبی جانب کے قبائل خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل تھے۔ (دیکھیے سوین ہسٹری آف ورلڈ سویلیزیشن چانڈر کو دہلی صفحہ ۱۲۲) اسیریا کے بادشاہ نے ۷۲۱ ق م میں شمالی قبائل پر حملہ کر دیا۔

آر۔ کے ہیری مین آرکیالوجی آف اولڈ ٹسٹامنٹ لنڈن ۱۹۶۳ صفحہ ۷۰ میں ہے کہ ۲۷۲۹۰ افراد کو جنگی قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ ان کی جگہ شامیوں عربوں اور بابلیوں کو بسایا۔ اس واقعہ کو بنی اسرائیل کی پہلی اسیری کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے ۱۳۵ برس بعد ۵۸۶ ق م میں بابل کے شاہ بخت نصر نے یہود کے قبائل کو اسیر بنایا۔ اور یروشلم کو تاخت و تاراج کیا۔

سوال یہ ہے کہ آیا یہ قبائل مرزا صاحب کے خیال کے مطابق گم ہو گئے تھے۔ یا جلا وطنی کے بعد واپس اپنے علاقوں میں چلے گئے تھے۔

(۱) عربوں کی تاریخ پر سند کا درجہ رکھنے والا محقق کے حتی لکھتا ہے کہ "یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ دس قبائل گم ہو گئے تھے یہ واقعہ قطعاً غلط ہے۔ جو لوگ (۲۷ ہزار سے زائد) جلا وطن ہوئے وہ بعد میں آگے چل کر اپنی قوم میں شامل ہو گئے"

(۲) انسائیکلو پیڈیا امریکنیا باب جیوز ایڈیشن ۱۸۹۶ صفحہ ۶۱ پر فاضل نامہ نگار لکھتا ہے۔

"اسوری جنہوں نے اسرائیل کی شمالیہ حکومت کو ختم کیا۔ انہوں نے تیس ہزار افراد کو جلا وطن کرنے کے بعد دوسرے علاقوں میں لوگ بسائے۔ لیکن یہ جلا وطن واپس آ ملے"

(۳) یسعیاہ ۱۴-۱۹ میں ہے کہ "مغرور بابلی پیوند خاک ہو گئے۔ اور یہود ان کی مردہ لاش کو اپنے پاؤں سے روندتے ہوئے واپس اپنے ملک پہنچ گئے"

(۴) فاضل تاریخ دان جے۔ سی ریول نے دی ورلڈ ہسٹری لونگ مینز لنڈن صفحہ ۴۱ پر ثابت کیا ہے کہ "ایرانی شاہ سائرس نے یہود کی واپسی اور بحالی میں مدد دی۔"

یوز آسف کی تحقیق سے متعلق ہم نے پروفیسر بشیر احمد صاحب کے ایک تحقیقی مضمون البلاغ کراچی سے استفادہ کیا ہے۔ جن کے ہم شکریہ کے ساتھ ممنون ہیں۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

کے بارے میں نویں صدی کے اکابرین امت کا عقیدہ

تحریر:۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

شیخ ابن ہمام حنفی کا عقیدہ

الشیخ الامام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبدالمجید المعروف بابن ہمام السیواسی الحنفی (۷۹۰ھ ۸۶۱ھ) "المسایرۃ فی شرح عقائد آخرہ" کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

و اشراط الساعۃ من خروج الدجال و نزول عیسیٰ علیہ السلام و خروج یأجوج و مأجوج و الدابۃ و طلوع الشمس من مغربھا حق... و اللہ سبحانہ نسأ له من عظیم جودہ و کبیر منه ان یتوفنا علی یقین ذلك مسلمین۔

اور قیامت کی علامتیں جیسے دجال کا نکلنا، عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا حق ہے اور ہم حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ محض اپنے فضل و احسان سے ہمیں ان عقائد کے یقین پر اسلام کی حالت میں دنیا سے لے جائے۔

شیخ جلال الدین محلیؒ کا عقیدہ

شیخ جلال الدین بن احمد المحلی الشافعی (۷۹۱ھ ۸۶۴ھ) اپنی تفسیر میں سورہ احزاب کی آیت کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کے تحت لکھتے ہیں:۔

و اذا نزل السید عیسیٰ یحکم بشریعتہ۔

اور جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔

تفسیر جلالین مع صاوی (ص۲۸۱ ج ۳)

اور سورۃ الزخرف کی آیت "وانہ لعلم للساعۃ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و انه اے عیسیٰ لعلم للساعۃ تعلم بنزوله۔

اور وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام البتہ نشانی ہیں قیامت کی کہ ان کے نزول سے قیامت کا قرب معلوم ہوگا۔

(ص۵۶، ج ۴)

علامہ خیالیؒ کا عقیدہ

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ الرومی الخیالی الحنفی (م ۸۸۶ھ) حاشیہ شرح عقائد میں شارح کے قول "و مع ذلك لابد من تخصیص عیسیٰ علیه السلام" کے تحت لکھتے ہیں:۔

فكذا ادریس و الخضر و الالیاس علیھم السلام اذ ذھب البعض،

عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت ادریس، خضر اور الیاس علیہم السلام کی تخصیص بھی ہونی چاہیے

من العلماء الی ان اربعة من الانبیاء فی زمرة الاحیاء۔ الخضر والالیاس فی الارض و عیسٰی وادریس علیهما السلام فی السماء۔

کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں کہ چار انبیاء زمرہ احیاء میں شامل ہیں۔ حضرت خضر اور الیاس زمین میں اور عیسٰی وادریس علیہما السلام آسمان میں۔

(ص ۱۴۲)

اور شارح کے قول و لکنّهٗ یتابع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

وما روی من ان عیسٰی علیه السلام یضع الجزیة .... فوجهه انه علیه الصلوٰة والسلام بین انتهاء شریعة هذا الحکم وقت نزول عیسٰی علیه الصلوٰة والسلام فالانتهاء حینئذٍ من شریعتنا۔

اور یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام جزیہ موقوف کر دیں گے .... اس کی وجہ یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ جزیہ کی مشروعیت نزول عیسٰی علیہ السلام کے وقت ختم ہو جائے گی پس جزیہ کا اس وقت میں ختم ہو جانا بھی ہماری شریعت کا حکم ہوا۔

(ص ۱۳۹)

امام مجدالدین فیروزآبادیؒ

مجد الدین ابو الطاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم فیروز آبادی الشیرازی الشافعی (۷۲۹ - ۸۱۷ھ) القاموس المحیط میں لکھتے ہیں۔

لُدّ (بالضم قریة بفلسطین یقتل عیسٰی علیه السلام الدجال عند بابها۔

لُدّ (لام کے پیش کے ساتھ) فلسطین کی ایک بستی کا نام ہے۔ جس کے دروازے پر عیسٰی علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔

(ص ۳۲۳ - ج ۱)

شیخ عبدالکریم جیلی صوفیؒ کا عقیدہ

الشیخ العارف قطب الدین عبدالکریم بن ابراہیم الجیلانی الشافعی الیمنی (۷۶۷ - ۸۳۲ھ) اپنی کتاب "الانسان الکامل" کے باب ۶۱ میں قیامت کی علامات کبریٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

و من امارات الساعة الکبریٰ خروج الدجال و ان تکون له جنة عن یساره و نار عن یمینه و انه مکتوب بین عینیه کافر باللّٰه .... وان اللعین لا یزال یدور فی اقطار الارض۔ الا مکة و المدینة فانه لا یدخلها و انه یتوجه الی بیت المقدس۔ فاذا بلغ رملة لُدّ - وهی قریة قریبة من بیت المقدس بینهما مسیرة یوم ولیلة انزل اللّٰه عیسٰی علیه السلام علی منارة هناک۔ وفی یده الحربة - فاذا راه اللعین ذاب کما یذوب الملح فی الماء فیضربه بالحربة فیقتله۔

قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ایک علامت دجال کا نکلنا ہے۔ اس کے بائیں جانب جنت ہو گی اور دائیں جانب آگ اور اس کے ماتھے پر "کافر" لکھا ہو گا اور وہ ملعون ساری زمین میں گھومتا پھرے گا۔ مگر مکہ و مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور بیت المقدس کا رخ کرے گا۔

جب لُدّ کے ٹیلے پر پہنچے گا۔ یہ بیت المقدس کے پاس ایک بستی ہے اس کے درمیان ایک دن رات کی مسافت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عیسٰی علیہ السلام کو نازل کریں گے ان کے ہاتھ میں نیزہ ہو گا۔ آپ کو دیکھ کر دجال گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے، آپ اس کے نیزہ ماریں گے پس اس کو قتل کر دیں گے۔

(ص ۱۳۷، ۱۳۸)

سفرنامہ

سفر مکہ مکرمہ کی روئیداد

محمد کریم چشتی، متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

الحمد للّٰہ الذی یبسط العطاء ویجیب الدعاء، احمدہ تعالٰی و اشکر علی نعمہ، و اشھد اَن لا اِلٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اُشھد ان سیّدنا محمد اعبدہ و رسولہٗ اللّٰھم صل و سلم علی عبدك ورسولك محمد و علٰی آلہ و صحبہ -

اما بعد :

ایک طالب علم کی تعلیمی زندگی میں امتحانات کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ امتحان کا بوجھ اور دباؤ اس کے اعصاب پر ہمیشہ سوار رہتا ہے یہاں تک کہ وہ امتحان کے مراحل سے گذر جائے۔ عموماً تعلیمی ادارے امتحانات کے بعد طلبہ کو اتنی فرصت دیتے ہیں کہ وہ اس کھوئی ہوئی ذہنی قوت کو بحال کرے اور اسے ذہنی آرام میسر آئے۔

الجامعة الاسلامیة، کے بھی سہ ماہی امتحانات ہوئے اور بعد الاختیار تقریباً دو ہفتوں کی تعطیل بھی ہوئی۔ اس چھٹی میں۔ جامعہ کے خروج پر بھی مختلف رحلات مختلف جہات کی طرف روانہ ہوئے۔ اور انفرادی طور پر بھی طلبہ کی جماعتیں ادھر ادھر روانہ ہوئیں۔

لیکن اکثر طلبہ نے اس مدت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمرہ ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالٰی کا بہت ہی فضل ہے اس نے ہمیں بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نصیب فرمائی۔ یہ تو "بیت اللہ" شریف کی خصوصیات میں سے ہے کہ ایک مرتبہ اخلاص و محبت کے ساتھ دیدار کرنے کے بعد پھر بار بار "شوق دیدار" بیقرار کر دیتا ہے۔ اور آنکھیں اس مینارۂ رحمت کی دید کے لئے پریشان ہو جاتی ہیں۔

ہم تقریباً تین چار ماہ سے فراق میں تھے۔ امتحانات کے اختتام پر قدرتی طور پر دل کا میلان "البلد الامین" کی طرف تھا۔

آخرکار - ۱۳ ربیع الثانی بروز جمعرات اس مبارک سفر کا آغاز ہوا۔ اور بڑی تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ مدینة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے "سوئے بیت اللہ الحرام روانگی ہوئی۔ اللہ تعالٰی کے دربار میں حضوری کا ارادہ تھا۔ دربار خداوندی میں حضوری کے آداب میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے بندہ عاجزی و انکساری کو اپنے اوپر طاری کرے اور لباس بھی وہی جو بندہ کی عاجزی پر دلالت کر رہا ہو۔ اس کے لئے سب مناسب لباس وہی ہے جس کی تعلیم اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی زیب تن فرمایا۔ ہماری مختصر جماعت نے بھی لباس احرام کو اپنایا۔ اللہ اللہ کیا خوب لباس ہے۔ احرام کے بعد گاڑی پکڑی اور روانگی ہوئی۔ کچھ ہی فاصلہ کے بعد وہ مقام آیا جہاں سے اہل مدینہ کا میقات شروع ہوتا ہے۔

سفر نامہ

جسے آج کل "آبار علی" کہتے ہیں جو پہلے "ذوالحلیفہ" کہلاتا تھا۔ یہاں دوگانہ نفل آدا کی اور احرام کی نیت کی۔ اور پھر از سر نو سفر کا آغاز ہوا۔

اپنی دوری اور بُعد کے باوجود یہ سفر الحمد للہ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے اختتام پذیر ہوا۔ گاڑی والے نے مسجد حرام کے مرکزی دروازوں میں سے ایک "باب ملک عبدالعزیز" کے سامنے اتار دیا۔ سورج کی روشنی پھیکی ہو چکی تھی اور آذان مغرب کا وقت بالکل قریب تھا۔ وضو سے فارغ ہو کر جیسے ہی مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو موذن نے اللہ اکبر کے ندا کے ساتھ مؤمنین کو فرض کی انجام دہی کی طرف متوجہ کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے مغرب کی نماز مسجد حرام میں بیت اللہ شریف کے روبرو ادا کی۔

عجیب منظر ہے۔ بیت اللہ کے گرد طواف میں، مقام ابراہیم پر، مقام ملتزم پر، صفا اور مروہ کے سعی کے دوران، ذکر اللہ میں مشغول اور مختلف زبانوں میں گڑگڑا کر مناجات کرتے ہوئے، بیت اللہ شریف کے پردوں میں منہ ڈال کر، دیواروں سے چمٹ کر روتے ہوئے بندگانِ خدا کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائیت اور صمدیت پر یقین کو پختگی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اپنی عاجزی و بے کسی کھل کر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

غرضیکہ ہم نے اعمال عمرہ ادا کیا اور پھر بعض واقف حضرات کے ساتھ ہو کر ان کے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

"جبل نور کی چوٹی سے"

۱۴ ربیع الثانی اور جمعہ کا دن ہے۔ آج کا پروگرام یہ ہے کہ جبل نور سے ہوتے ہوئے حرم شریف جا کر جمعہ کی نماز پڑھیں گے۔

صبح سے ہی جبل نور کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوئے۔ گاڑی والے نے جبل نور کے دامن میں اتار دیا۔ جبل کے دامن میں عرب بدوؤں کے محلات ہیں۔ چھوٹے چھوٹے عرب بچوں نے مختلف انداز میں ہمارا خیر مقدم کیا۔ کوئی صدا لگا رہا تھا۔ "ساعتین میاہ لازم" کوئی آواز دے رہا تھا۔ لیکن ہم پر یہ گھمنڈ سوار تھا کہ ہم پہاڑ کے لوگ ہیں بس پندرہ بیس منٹ میں چوٹی بغیر کسی تکلیف کے سر کریں گے۔ پانی یا ٹھنڈا لینے کی کیا ضرورت ہے؟

دل میں یہ تصور جما کر روانہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جبل شریف پر چڑھتے تھے۔ ابھی کچھ ہی چڑھے تھے کہ ساتھی یکے بعد دیگرے ایک دوسرے سے بچھڑنے لگے۔

یہاں تک کہ سب کی قوۃ جواب دے گئی۔ مجبوراً ایک جگہ استراحت کے لئے رکنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد عزم نو کے ساتھ دوبارہ روانہ ہوئے۔ لیکن پھر وہی حال۔ لہٰذا پھر ایک جگہ رکے۔ اس طرح اکثر ساتھیوں نے دو مرتبہ دم لینے کے بعد چوٹی سر کی۔

سبحان اللہ۔ آج ہم اس مبارک جبل پر کھڑے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں اپنے رب کو یاد کرنے کے لئے چنا تھا۔ یہی وہ جبل ہے جہاں سے وحی کی ابتداء ہوئی۔ اسی جبل پہ مقرب فرشتے جبرائیل امین۔ اور محبوب بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی براہِ راست ملاقات ہوئی۔ اور وحی الٰہی کا سلسلہ شروع ہوا۔

سبحان اللہ! شہر مکہ کا بھی عجیب شان ہے...

جبل نور اسی جگہ پر واقع ہے جہاں سے تقریباً پورا شہر نظر آ رہا ہے۔ حرم شریف بالکل سامنے ہے جبل کی چوٹی سے چاروں طرف گھوم کر دیکھئے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس مناجات کی تفسیر سمجھ میں آجاتی ہے۔

"ربنا انی سکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرام ۝ ربنا لیقیموا الصلاۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون" دور دور تک سیاہ سبزہ زار سے

۱۵

سفرنامہ

غاری پہاڑیوں کا سلسلہ ہے۔ مادی نقطہ نظر سے ملاحظہ کرنیوالے کو اس علاقے میں ظاہری طور پر کوئی لچک نظر نہیں آسکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس شے کی عزت و تکریم اور قدر و منزلت بڑھانا چاہیں تو وہ مادیت کے نظریہ سے بالکل بے نیاز ہوجاتی ہے۔ آج کروڑوں کلمۂ توحید پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ تڑپ موجزن ہے کہ کم ازکم زندگی میں ایک مرتبہ اس ارضِ مقدس کی زیارت نصیب ہو، اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں اہلِ اسلام اس مبارک شہر میں بیت اللہ کی دیدار سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اور جب واپسی کا وقت آتا ہے تو کتنے بندے ایسے ہیں جو آنسو بہاتے ہوئے بادل ناخواستہ اس شہر کی حدود سے نکل جاتے ہیں اور دل میں یہ تمنا رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں پھر ایک موقع نصیب فرمائیں گے۔ یہی تو۔۔۔ "فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم" کا جواب ہے جو رب العالمین نے اپنے خلیل کے سوال کے جواب میں عطا فرمایا۔

آج کل جو شہر آباد ہے اگر اس کا مقابلہ اسوقت سے کیجے جب خلیل اللہ علیہ السلام برضاء "رب البیت العتیق" اپنی خوش قسمت زوجہ محترمہ اور لخت جگر اسماعیل (علیہ السلام) کو اس وادی میں عالم تنہائی میں چھوڑ کر روانہ ہو رہے تھے اور اپنے رب سے دل کی گہرائی سے اس مختصر جماعت اور ان کی مستقل آبادی کے لئے دعا کرتے شام کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ تو آپ کو زمین و آسمان کا فرق نظر آنے لگا۔ مجیب الدعوات نے اپنے خلیل کی ایک ایک دعا قبول فرمائی۔ اور اس وقت سے یہ شہر ایسا بسا کہ اس کی آبادی اور شہرت رفتار زمانہ کے ساتھ بڑھتی ہی گئی۔ اور آج ایک عظیم الشان شہر آباد ہے۔ جس میں دنیا کی تقریباً ہر سہولت دستیاب ہے۔ اور ضرورت کی کوئی چیز کمیاب نہیں۔

اللھم زد بیتک ھذا تشریفاً و تعظیماً و تکریماً و مھابۃ۔

بیت اللہ شریف شہر کے عین وسط میں۔ چونکہ علاقہ پہاڑی ہے۔ اس لئے شہر بھی نشیب و فراز پر مشتمل ہے۔ اور آج کل حکومت وقت ایک بڑے اور مفید منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔ اکثر شاہراہوں کو سرنگوں کے ذریعہ ملایا جا رہا جس سے یہاں کے باشندوں کو عام طور پر اور حجاج کرام کو خاص طور پر فائدہ پہنچ رہا ہے۔

بلندی سے شہر آمین کی دیدار کرنے کے بعد اپنے دلوں میں مختلف جذبات اور تاثرات لے کر ہم اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اس طرح یہ حسین منظر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو اتحاد و اتفاق کی نعمت سے نوازے اور شریعتِ محمدی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

بقیہ :- خصائل نبوی

فاتخذ الناس خواتیم من ذھب فطرحہ وقال لا البسہ ابداً فطرح الناس خواتیمھم۔۔

۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جس کو آپ اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ صحابہ کرام نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا کہ میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔

فائدہ۔ سونا ابتدائے اسلام میں جائز تھا پھر مردوں کے لیے حرام ہوگیا۔ اس کی حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے۔ امام نووی نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ فقہی بحث اس مسئلہ میں طویل ہے جس کا یہ محل نہیں۔

رد قادیانیت

قسط نمبر ۲

پرائمری فیل "مصلح موعود"

تحریر: حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری

ڈھٹائی اور بے حیائی کا کمال

ملاحظہ ہو کہ حضورؐ کی شان میں توہین آمیز کلمات کو صرف احراری برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ گویا احراریوں کے علاوہ تمام مسلمان مرزائی ہیں کہ حضرت فخر رسالتؐ کی توہین سے ان کے جذبات میں ہیجان پیدا نہیں ہوتا اور وہ نہایت سکون و سرور سے حضورؐ کی توہین برداشت کرتے ہیں۔ کاش کہ اس مغوی کو معلوم ہوتا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضورؐ کی عزت پر کٹ مرنے کا نام "احراریت" ہے تو ہر مسلمان احراری ہے اور مسلمان کبھی اپنے آقا و مولا محبوب خدا محمد مصطفیٰؐ کی شان اقدس میں ادنیٰ گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور جہاں وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی عزت و عظمت کو خطرہ لاحق ہے۔ وہاں وہ اس مادی دنیا کی انتہائی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا ایمان ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا!

ایں طرفہ تماشا بیں

اور سنیئے! کوئی احمدی "سید الاولین والآخرین کی شان اقدس کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا جو خوب:

شیشے کے بغل میں پنہاں ہے
لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا!

تقابل و استقلال

(۱) سید العرب والعجم رسول مدنیؐ کے مقابلہ میں مستقل رسول قدنی

(۲) اصحاب النبیؐ کے مقابلے میں اصحاب مسیح موعود

(۳) ازواج النبیؐ امہات المومنینؓ کے مقابلے میں ام المومنین۔

(۴) خلیفۃ الرسولؐ کے مقابلہ میں خلیفۃ المسیح بلکہ خلیفہ اوّل (نور الدین) اور خلیفہ ثانی (حضرت عمرؓ) کے مقابلے میں خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد)

(۵) مدینۃ الرسول کے مقابلہ میں مدینۃ المسیح۔

(۶) دیار حبیبؐ کے مقابلہ میں دیار حبیب

(۷) جنت البقیع کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ۔

(۸) قبر رسول کے مقابلے میں قبر مرزا۔

(۹) قبلۃ الرسول اوّل (مسجد اقصیٰ) کے مقابلے میں مسجد اقصیٰ۔

(۱۰) قبلۃ الرسول ثانی (کعبۃ اللہ) کے مقابلہ میں مسجد قادیان۔

(۱۱) حرم اکبر (مکہ مکرمہ) کے مقابلے میں قادیان۔

اجتماع محمدی (حج کعبۃ اللہ) کے مقابلہ میں
قادیان کا سالانہ جلسہ۔
سنہ محمدی (ہجری) کے مقابلہ میں سنہ قادیانی۔
اور سب سے بڑھ کر وحی محمدی (کتاب اللہ)
کے مقابلہ میں تذکرہ (الہامات مرزا) پر تو "احمدی"
ایمان لا سکتا ہے لیکن حضورؐ کے بارے میں اس
قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔

تفوق و برتری

تقابل و استقلال اور برابری سے آگے بڑھ کر مرزائے قادیان نے تفوق و برتری کے شرم ناک دعاوی کئے ہیں، سید الکونینؐ رحمۃ اللعالمینؐ کے دشمنوں کی تحقیر و اہانت اور تنقیص و مفضولیت کا جو نجس و ناپاک اور منحوس و ملعون بیج مرزا صاحب نے بویا تھا۔ وہ "مصلح موعود" اور اکابر مرزائیوں کی آبیاری سے اس قدر تناور اور گھنا درخت بن گیا ہے کہ اس کی چھاؤں تلے تمام قادیانی اُمت بیٹھی مرزا صاحب کی "نبوت" کے گُن گا رہی ہے۔ خطبہ الہامیہ کی تعلیم "نبوی" کا نتیجہ قاضی اکمل جیسے دریدہ ذہن "صحابی" کے رسوائے عالم اشعار علم آشکار ہو چکے ہیں۔ اب ایک دُوسرے "صحابی" ڈاکٹر شاہ نواز خان قادیانی کے ناپاک الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ اور تعجب نہ کیجئے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہنی ارتقاء آنحضرتؐ سے زیادہ تھا۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرتؐ سے حاصل ہے" (رسالہ ریویو آف ریلیجنز)

دیکھئے کس جرأت و جسارت سے کُل لپٹی رکھے بغیر حضورؐ کو مرزا صاحب کے مقابلہ میں ——— نقل کفر کفر نہ باشد ——— ناقص العقل اور کم فہم کہا گیا ہے۔

ظلیت بلکہ عینیت

مصطفیٰ میرزا بن کے آگیا

محمدؐ پئے چارہ سازیٔ امت
ہے اب احمد مجتبےٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثِ ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفےٰ میرزا بن کے آیا
("الفضل" ۲۸/۵/۲۸)

پہلی حالت سے بڑھ چڑھ کر

چودھویں رات کا چاند مسیح موعود ہی تو ہے جو چاند رات کے وقت تھا۔ یعنی رسول کریمؐ۔ پس اُس کا اپنی حالت سے بڑھ چڑھ کر شاندار ہونا محل اعتراض کیوں کر ہو سکتا ہے۔ (الفضل $\frac{1}{19}$):

اس علم کلام، اس طرزِ تاویل اور اس انداز جواب سے ناوان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پہلو صاف ہو گیا اب محبوب خدا محمدؐ مصطفےٰ کی شانِ اقدس میں جو گستاخی کر دیجا ہے۔ اس تاویل کے بعد غلام احمد قدنی کو محمدؐ مدنی سے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرو۔ اس سے محبوب خدا مطلوب ہر دو سر کی توہین کا اعتراض وارد نہیں ہو گا۔ کیونکہ جس غلام احمد کو اُچھالا اور بڑھایا جا رہا ہے وہ کوئی غیر تو نہیں۔ عین وہی محمدؐ مصطفےٰ تو ہے ہی! اس لئے تقابل اور توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس سے زیادہ حبیب کبریا کی کوئی اور توہین ممکن اور متصوّر ہی نہیں ہے کہ انگریز کے ساختہ پرداختہ "نبی" کو عین محبوبؐ خدا سمجھ لیا جائے اور اس طرح انگریز کی خوشامد درآمد ڈپٹی کمشنروں اور مجسٹریٹوں کی چاپلوسی اور پذیرائی فریضۂ جہاد کی تنسیخ و حرمت قرآن کریم، کعبۃ اللہ، مدینہ منورہ اور بیت اللہ وغیرہ سے۔ "الہامات" مرزا قادیان لاہور۔

مجلہ اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے تغیر و تبادلہ اور وقت کی ہر کافر نظام حکومت کی چاکری و فرمانبرداری مسلم لیگ کی بدخواہی، آزادی اور حریت کے پروانوں کی جاسوسی و گرفتاری۔ مسلمان سلطنتوں کی تباہی و بربادی۔ سقوط.... بغداد پر قادیان میں چراغاں۔ انگریز کی دعا گوئی و رضاجوئی، سلطنت برطانیہ کے بقا و دوام کی مسلسل ان تھک اور مرتے دم تک غیر مختتم مساعی اور ان سب سے بڑھ کر رسوائے عالم پچاس الماریاں اور انگریز کو اولی الامر قرار دینے اور اس کی غیر مشروط اطاعت کو پورا نصف اسلام قرار دینے کے علاوہ صلحاءؒ و علماء، اصحابہ و اہل بیتؓ حتیٰ کہ انبیاء کرام کے حق میں ہزاروں مرقع اور مسجع گالیوں پر مشتمل غلیظ اور متعفن لٹریچر کی پوری ذمہ داری سید الانبیاء خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس و برتر پر عائد کر دی جائے اس سے زیادہ ظلم سید الابرارؐ کی ذات پُر انوار کے ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑھ کر اشرفُ الانبیاء افضل المرسلین کی شانِ اقدس میں اور کونسی گستاخی ہو سکتی ہے!

سرکار دو عالم پر شرمناک حملہ

عام مرزائیوں سے قطع نظر خود "مصلح موعود" میاں محمود احمد صاحب کی "اس قسم کی بات" ملاحظہ ہو:۔

چودھری محمد حنیف خان صاحب نے اپنا حسب ذیل خواب حلفیہ لکھ کر اس کی تعبیر کے متعلق عرض کیا "...... .... قرآن شریف میں مجھے ایک جیسی تین مختلف مقام پر تصاویر نظر آئیں۔ درمیان میں ایک شاہانہ کرسی پر حضورؐ رونق افروز ہیں۔ سر پر حضور کے شاہانہ تاج ہے۔ ایک طرف مسیح موعود کھڑے ہیں دوسری طرف ایک اور بزرگ صاحب نورانی شکل کھڑے ہیں دونوں حضورؐ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ یہ مصلح موعود ہیں.... حضور نے اس کی تعبیر فرمائی۔

"تعبیر تو ظاہر ہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سلام کے ماتحت مصلح موعود کا ظہور ہوا ہے۔ تیسرے نورانی شکل بزرگ غالباً آقائے محمدؐ رسول اللہ ہوں گے"

(الفضل ۱۳ / محرم ۱۳۶۵ھ صـ۳)

کار شیطاں مے کند نامش ولی
گر ولی اینست لعنت بر ولی

کیا "مصلح موعود" کا خمیر توہین و تذلیلِ رسولِ امین سے اٹھایا گیا؟ کیا سید العرب والعجم کی شان؛۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

میں انتہائی شرمناک گستاخی اور پرلے درجہ کی کمینہ بے ادبی کرنیوالا مصلح موعود ہے یا مفسد موعود؟ العیاذ باللہ! ثم العیاذ باللہ!

ایک ایسا فاسق و فاجر اور رُوسیاہ و بدکار شخص جس کی سیہ کاری کی طویل داستانیں نہ صرف مباہلہ کی فائلوں میں بلکہ عدالت کی مِسلوں میں موجود ہوں۔ جس کی بدکاری کے حالات نہ صرف عام مجالس و محافل میں اور پریس اور پلیٹ فارم پر زبان زدہر خاص و عام ہوں بلکہ سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ کی فضا ان سے گونج رہی ہو۔ جو اپنے خلاف زنا و لواطت کے حلفیہ بیانات اور متعدد الزامات کی تردید میں آزاد تحقیقات پر آمادہ ہوتا ہو۔ نہ میدان مباہلہ میں نکلنے کی ہمت رکھتا ہو ———— تو درمیان میں شاہانہ کرسی پر شاہانہ انداز میں شاہانہ تاج زیب سر کئے رونق افروز ہو اور محبوب خدا ممدوح ہر دوسرا سید الکونین رحمۃ اللعالمین اشرف انبیاء، افضل المرسلینؐ۔ نقل کفر کفر نہ باشد خادمانہ انداز میں کھڑے ہوں۔

~ بے قادیانی را دیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کیا اس سے زیادہ آنحضرتؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی ہو سکتی ہے؟ کیا اس سے زیادہ کفر کسی نے آج تک بکا ہے۔ یا کسی یورپین یا امریکن مخالف اسلام اور معاندِ رسول

نے اس انداز میں سرور کائنات اور فخر موجودات کی تصویر کھینچی ہے کیا آج تک کسی بد اندیش و بدخواہ رسول نے خود صاحب تخت و تاج ہو کر اپنے سامنے صاحب السیر والمعراج کے دشمنوں کو غلامانہ انداز میں کھڑا کیا ہے ؟ کیا کسی انسان صورت شیطان نے آج تک سرور عالم کے دشمنوں کی اس بری طرح توہین و تذلیل کی ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔

نہ برق میں یہ کرشمہ نہ شعلہ میں یہ ادا
کوئی بتائے کہ وہ شوخ تندخو کیا ہے ؟

پھر یہ حقیقت کتنی دلآویز اور عبرت انگیز ہے کہ علم مجسم حضور سراپا نور کو کھڑا کر کے خود شاہانہ کرسی پر شاہانہ تاج زیب سر کر کے رونق افروز ہونے والے بے غیرت خیر سے پرائمری بھی پاس نہیں۔

پرائمری فیل "مصلح موعود"

یہ طعن نہیں سولہ آنے حقیقت ہے۔ خود میاں صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

"میری مثال دیکھ لو میں پرائمری میں بھی فیل ہوا۔ اور مڈل میں بھی فیل ہوا۔ لیکن چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اگلی جماعت میں بٹھا دیا گیا۔ لیکن انٹرنس میں جا کر سوائے تاریخ اور جغرافیہ کے سب مضمونوں میں فیل ہو گیا ..... ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ پچھلے دنوں جب لاہور میں میں شیخ بشیر احمد کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ تو ایک طالب علم لڑکی جو کہ ایم اے فلاسفی میں پڑھتی تھی۔ بعض سوالات پوچھنے کے لئے آئی۔ ... وہ مجھے کہنے لگی کہ کیا آپ ایم۔ اے ہیں۔ میں نے کہا میں پرائمری فیل ہوں"

(الفضل قادیان ۲۸ اکتوبر ۴۶ء صفحہ ۶ کالم ۳،۴)

مگر اس پرائمری فیل کی کامیابی کا معیار ملاحظہ ہو۔ اسی خطبہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اسی "الفضل" کے اسی صفحے پر صرف چند سطریں پہلے موجود ہے کہ :-

"پس جب تک تم چھوٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں بن جاتے۔ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے"

(الفضل ۲۸ / اکتوبر ۴۶ء صفحہ ۶)

یہ تو کسر نفسی سے چھوٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن رہے ہیں ورنہ دراصل تو (خاک بدہنش) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتے ہیں۔

کہتے ہیں

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے"

("الفضل" قادیان جلد نمبر ۱۰ نمبر ۵)

بقیہ :- افادات

نہیں کیا۔ خبردار! معمولات کو کبھی ترک نہ کرنا! یہ اللہ تعالیٰ کی حاضری کا وقت ہے اور آپ نے بادشاہ عالم خالق دو جہاں کے سامنے ایک عادت ڈالی ہے اب بادشاہ کی حاضری کے وقت تم دوسرے کام کو ترجیح دو یہ بادشاہ کی عظمت کے خلاف ہے، اس لئے کبھی معمولات کو ترک نہ کرو، اور پھر معمولات کو کبھی کبھی ترک کرنے سے ہمیشگی ترک ہو جاتی ہے اس لئے شریعت نے حکم دیا ہے کہ معمولات وہ رکھے جائیں۔ جو کہ دائمی رکھے جائیں اگرچہ وہ بہت ہی قلیل کیوں نہ ہوں۔

نیت کی حقیقت

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم سکھر

الحمد للہ وکفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد!

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اور مت دھتکارو اے محمد
رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان
یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ الآیہ کو جو اپنے رب کو صبح وشام
میں ہر وقت پکارتے رہتے ہیں۔ خاص ذات باری تعالٰی
و چاہتے ہیں۔

ال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اعمال کا اعتبار نیت
نَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہی پر ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف
ی حدیث سے شروع کی ہے۔ جتنے بھی اعمال صالحہ ہیں
ن سب کے لئے نیتیں الگ الگ کتابوں میں آتی ہیں۔

اعمال صالحہ کیلئے نیت کے کیا معنی؟

اس کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ جو بھی نیک
ل آپ کر رہے ہیں کس کے لئے کر رہے ہیں، پیدا کرنے
الے کے لئے یا پیدا ہونے والوں کے لئے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ (حضرت تھانوی رح) نے فرمایا:
ل کا ایسی چیز کی طرف ابھرنا جس کو اپنی غرض و نفع کے
وافق سمجھتا ہے۔ نیت کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی ارادہ
ور قصد کے ہیں کہ جس سے کسی کام پر قدرت پیدا ہوتی
ہے۔ گویا قدرت قصد و ارادے کی خادمہ ہے۔ اس کی
مثال یوں سمجھو کہ تمہارے اندر کھانے کی خواہش رکھی گئی ہے۔
مگر وہ ایسی دبی ہوئی ہے جیسے کوئی سویا ہوا ہے اور جس
وقت تمہاری نگاہ، کھانے پر پڑی اور طعام کا علم ہوا اسی
وقت وہ جاگ اٹھی اور اس کے کھانے کا قصد ہوا۔ اس
کے بعد اس کی طرف ہاتھ بڑھے گا اور وہ قوت اپنا کام
کرے گی جو خواہش طعام کے اشارہ کی مطیع بنائی گئی ہے۔
غرض آنکھ کے مشاہدے سے معرفت و علم حاصل ہوگا
اور معرفت کی وجہ سے خواہش پیدا ہوگی اور جب خواہش
پیدا ہوگی تو ارادہ پیدا ہوگا۔ اب یہ ارادہ اس قوت
میں حرکت پیدا کرے گا یعنی یہ جو قوت اللہ تعالٰی نے
ان کے لئے رکھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ ہمیں قدرت ہی
نہیں بہت بڑا کفران نعمت ہے۔ اسی طرح تمہارے اندر
ان لذتوں کی خواہش بھی رکھی گئی ہے کہ جس پر حق تعالٰی
کی رضا و جنت کا وعدہ ہے۔ پس کوئی شخص جب سنتا
ہے کہ اس عمل پر جنت ملتی ہے تو اس کو کرنے کا قصد
پیدا ہوتا ہے۔ پس وہی قصدان اعضاء کو حرکت دے گا
اور اعضاء کی یہ حرکت قصد کو پورا کرائے گی۔

مثلاً جہاد میں جانے والا شخص اپنے گھر سے نکلا تو
دیکھو کہ اس کو گھر سے نکالنے والا محرک کون ہے یعنی ثواب
آخرت ہے تو یہی اس کی نیت ہے۔

نیک عمل میں نیت تین طرح کی ہوتی ہے

(۱) وہ فعل قصداً و اختیاراً کیا جاوے یعنی جان بوجھ کر ہوش اور عقل کے ساتھ کیا جائے لیکن اس میں نہ اچھی غرض ہو نہ بُری۔

(۲) دوسرے یہ کہ غایتِ محمودہ کا ارادہ ہو۔ مثلاً یہ کہ میں نماز اس لئے پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں۔

(۳) اور تیسرا مرتبہ غایتِ مذکورہ کا ارادہ ہو۔ مثلاً نماز اس لئے پڑھے کہ مخلوق کے درمیان بڑا بنے۔

صورت اولیٰ اور صورت ثانیہ اخلاص میں داخل ہے اور اپنے ارادہ سے نیک کام کرنا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں یہ اعلیٰ درجہ ہے لیکن اگر تصور نیک یا بد کا نہیں ہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اور تیسرا درجہ یعنی اخیر کی صورت ریا کی ہے جو مذموم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیت بار بار کرے یا ایک ہی مرتبہ کرے؟ شروع میں نیت کر لینا کافی ہے اگر ہر بار نیت کرے گا تو کوئی بھی فعل اختیاری نہ ہو سکے گا۔ مثلاً مسجد میں جانے کے لئے بار بار اور ہر قدم پر نیت کرے گا تو چلنا دشوار ہو جائے گا۔ غرض افعالِ اختیاریہ کے لئے حدوث میں تو ارادے کی ضرورت ہے مگر اس کے بقاء کی ضرورت نہیں نماز میں ایک بار نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہوں تو پہلی بار کی نیت کافی ہے اور جتنی بار وہ فعل کرتے رہیں گے وہی نیت جاری رہے گی۔

نیت یہ ہو کہ ہمیں راستہ نظر آ جائے تو یہ اخلاص ہے اور اگر دوسروں کو راستہ دکھانے کی نیت ہو جائے یا بزرگ بننے کی خواہش ہو جائے تو وہ غیر حق کا طالب ہے اور شرک فی الطریق ہے۔ خود کچھ بھی تجویز نہ کرے بلکہ پوچھ پوچھ کر زندگی گذار دے۔ خود مریض اور خود ہی طبیب بنے گا تو مارا جائے گا شفاء نہیں ہو گی۔ ارے! بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اپنا علاج خود نہیں کرتے۔

حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی نِیَّاتِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ۔

"حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نظر نہیں فرماتے لیکن تمہاری نیتوں اور اعمال پر نظر فرماتے ہیں"

بزرگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر پانی کا گلاس شراب کی نیت سے پئے تو وہ حرام ہے اور اپنی بیوی سے مباشرت کر رہا ہے اور غیر عورت کا تصور کر لے تو زنا ہو جائے گا یہ ہے نیت۔

حدیث شریف میں ہے۔

صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ عَلَیْھِمَا بِقَلْبِہٖ۔

(دو رکعتیں ایسی حالت میں پڑھے کہ دل سے اس پر متوجہ ہو)

یہ توجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور دوسری حدیث موقوف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا جزو ہے

اِنِّیْ لَاُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ۔

(میں اپنے لشکر کی تیاری نماز کی حالت میں کرتا ہوں) اب یہ کیا بات ہوئی ایک طرف تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد کہ دو رکعتیں ایسی حالت میں پڑھے کہ دل سے اس پر متوجہ ہو اور دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے لشکر کی تیاری نماز کی حالت میں کرتا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجموعہ روایتین سے دو درجے مفہوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جس طاعت میں مصروف ہے اس میں کسی غیر کا دھیان نہ ہو اگرچہ وہ طاعت ہی ہو۔ یعنی نماز میں روزے کا خیال (مسائل نہ ہوں...) حج یا زکوٰۃ کا یا کسی بھی غیر نماز (طاعت) کا خیال نہ ہو۔ اور دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے۔ ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری

طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے۔ پس حقیقت اخلاص نیت تو دونوں میں یکساں ہے۔ اس میں تشکیک نہیں۔ البتہ عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا اور درجہ اوّل اکمل ہے اور درجہ دوئم اگر قصداً ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر ہے کہ وہ کام کرنا قریب ہے تو وہ بھی اکمل ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انہیں دنوں لشکر کی تیاری کا معاملہ درپیش تھا اور لشکر کی تیاری ضروری تھی۔ اس لئے اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں خلوص کے منافی نہیں۔

اخلاص کے فائدے

کتنے ہی اونچے درجے کی طاعت ہو یا چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے۔ دیکھو اگر کام کرنے والے کا کوئی مددگار نہ ہو اور کوئی اسکے سر پر ہاتھ رکھنے والا نہ ہو لیکن جس قدر نیت اعلیٰ ہو گی اسی درجہ ثواب میں بڑھ جائے گا۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ "میرا صحابی اگر نصف مد (آدھا سیر) جو خیرات کرے تو وہ دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے" بات یہ ہے کہ ان حضرات میں خلوص اور محبت اس قدر تھا کہ اوروں میں اتنا نہیں۔ اسی واسطے ان کے صدقات و حسنات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

خلوص کا طریق کار

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کرے۔ مخلوق کا اس میں تعلق ہی نہ ہو۔ اور درجہ ثانی یہ ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کرے لیکن دنیوی غرض کوئی نہ ہو جیسے قرآن شریف اپنے والدین یا بھائی وغیرہ کا دل خوش کرنے کے لئے پڑھے لیکن دنیا کی کوئی غرض نہ ہو محض اس کا دل خوش کرنا مقصود ہو۔ اور یہ ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مجددانہ مقام ہے کہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبادت سے تمہارا بھائی۔ ماں باپ یا پیر خوش ہوتا ہو تو یہ بھی دینی درجہ ہے اور اخلاص میں داخل ہے۔

کبھی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دوسرے سے فرمایا کہ تم قرآن اچھا پڑھتے ہو۔ تو فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم سُن رہے ہو تو میں اور سنوار سنوار کر پڑھتا تاکہ میرے بھائی کا دل خوش ہوتا۔ ارے! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا مجدد اب پیدا نہیں ہو سکتا۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی شخص کی کچھ غرض نہیں ہے یونہی خالی الذہن ہو کر کوئی کام کیا تو یہ بھی حسن نیت اور اخلاص ہے یعنی عدم الریاء ہے۔

خلاصہ بیان

محض اللہ کے لئے کام کرے۔
مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کرے لیکن کوئی دنیوی غرض نہ ہو۔
کوئی کام کرے اور غرض کوئی نہ ہو نہ اچھی نہ بُری۔ یہ بھی اخلاص نیت میں شامل ہے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی نیتیں درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ :- نقد و نظر

ہے۔ جس میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سمیت چیدہ چیدہ علمائے کرام کا تذکرہ جامع انداز سے کیا گیا ہے۔ کتاب مذکورہ کا دوسرا حصہ زیر ترتیب ہے۔ اور انشاء اللہ بہت جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔ اللہ جل شانہٗ حضرت مؤلف کی اس کوشش کو مقبول و منظور فرمائے۔

چشتی صابری
کے قلم سے

نقد و نظر

تبصرہ کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں

نام کتاب ——— ارکانِ اسلام
مصنفہ ——— مولانا احمد علی صاحب

——— ملنے کا پتہ ———

دکھنی مسجد پاکستان چوک کراچی ۱

زیر نظر کتاب اگرچہ اس موضوع پر پہلی کتاب نہیں۔ اس سے پہلے کئی اہل قلم و علم حضرات نے موضوع مذکورہ کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب نہایت ہی عام فہم انداز اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہے۔ حضرت مؤلف نے طویل و عریض مضامین کو اس خوبی سے مختصراً انداز میں پیش کیا ہے۔ جس کے پڑھنے سے بڑی حد تک ایک عام آدمی کی تشنگی دور ہو جاتی ہے۔ کتاب طہارت اور عبادات کے مسائل پر مشتمل ہے۔ جسے سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ شروع میں مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ بھی دی گئی ہے۔ یہ کتاب جہاں عامۃ المسلمین کے لئے ضروری ہے۔ وہاں سکول اور کالج کے طلبہ کے لئے بے حد مفید ——— ہے۔ جامع مسجد دکھنی کے علاوہ سٹوڈنٹ بک ڈپو پاکستان چوک کراچی سے بھی دستیاب ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

نام کتاب ——— حالاتِ بزرگانِ دین
مؤلف ——— جناب وحید اللہ صاحب صدیقی
صفحات ——— ۸۰ ———

——— ملنے کا پتہ ———

پاکستان اکیڈمی دوکان ۲۲ جامع مسجد
باب الاسلام آرام باغ روڈ کراچی

عقیدت اور محبت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جس کا چھپانا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ کیونکہ یہاں اختیار سے بڑھ کر بے اختیاری، قرار سے بڑھ کر بے قراری اور سکون سے بڑھ کر اضطرار ہوتا ہے۔ عقیدت مند اپنی ارادت اور محبت کا اظہار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ نتیجۃً حیثیت، استعداد اور مقام کے مطابق اس کے احساسات لامحالہ منظر عام پر آجاتے ہیں۔

جناب وحید اللہ صاحب صدیقی جو کہ میرے استاذ محترم بھی ہیں، علمائے دیوبند کی عقیدت اور محبت گویا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے۔ کہ کلاس میں جب بھی ہمارے اسلاف میں سے کسی کا تذکرہ ہوتا ..... تو جناب کی آنکھیں فوراً ڈبڈبا جاتیں۔ کمال کی بات یہ ہے۔ کہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ سکول اور کالج کی سوسائٹی میں گذرا۔ تعلیم بھی علیگڑھ... یونیورسٹی سے حاصل کی۔ علوم جدیدہ اور انگریزی پڑھاتے رہے۔ لیکن دل کا تعلق علمائے دیوبند ہی کے ساتھ قائم رہا۔ "حالات بزرگان دین" کے نام سے آپ نے جو کتاب لکھی ہے۔ یہ درحقیقت اسی تعلق اور عقیدت کا نتیجہ ہے۔ کتاب بہت ہی عام فہم اور سلیس زبان میں لکھی گئی

باقی صفحہ ۲۲ پر

ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ ـــ ختم نبوت

WEEKLY Khatme-Nubbuwat KARACHI
Registered S. No. 3220

نظم

چشتی

زخمِ دل ان کو دکھانے کے لیے آئے ہیں
آج ساقی بھی پلانے کے لیے آئے ہیں
صیغہ راز میں جس راز کو سب نے رکھا
ہم وہی راز بتانے کے لیے آئے ہیں
سنگدل بھی جسے سن کر نہ رہے بن روئے
آج وہ ساز بجانے کے لیے آئے ہیں
جہاں رہنے کی تمنا ہے، ہم اپنے دل میں
اُس مدینہ کو سجانے کے لیئے آئے ہیں
جس کی وسعت سے رہے ارض وسما بھی قاصر
اس کو سینہ میں سمانے کے لیے آئے ہیں
اس سے پہلے جو تعلق رہا ان سے اپنا
ہم اُسے اور بڑھانے کے لیے آئے ہیں
ہجر میں اشک سے تُو نے جو لکھا اے چشتی
آج وہ ان کو سنانے کے لیے آئے ہیں